اخبار

مترجم اقبال الشیخ الصاوی علی شعلان ☆

جناب الشیخ الصاوی علی شعلان حال ہی میں مصر سے حکومتِ پاکستان کی دعوت پر علامہ اقبال مرحوم کے کلام کا منظوم ترجمہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم نے آپ ہی کا ترجمہ کردہ علامہ اقبال کی نظم شکوہ اور جواب شکوہ ریڈیو قاہرہ سے گایا تھا، جو عرب دنیا کے علاوہ باقی اسلامی ممالک میں بھی بہت پسند کیا گیا۔ محترم الصاوی صاحب ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد میں اقامت فرما ہیں۔

ابتدائی زندگی

عربی کے یہ مشہور و معروف شاعر اس صدی کے ابتدائی عشرے میں مصر کے صوبہ منوفیہ کے ایک گاؤں سبک میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانا ایک متوسط حیثیت کا گھرانا ہے جس کے اکثر افراد کاشت کاری کرتے ہیں۔ آپ کے والد محترم جناب علی بن محمد بن احمد شعلان اپنے گاؤں کے سربرآوردہ بزرگ تھے۔ آپ کا خاندان عرب کے مشہور قبیلہ بنی مخزوم میں سے ہے۔

جناب الصاوی کی عمر سات آٹھ برس کی تھی کہ کسی غلط دوائی کے استعمال سے ان کی بصارت جاتی رہی مگر بصارت کی یہ محرومی ان کے جادۂ ترقی کو کسی طرح مسدود نہ کرسکی۔ دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا پھر مقامی مدرسہ سے قرآن کی مختلف قراءات کی تعلیم حاصل کی اور جلد ہی جامعہ ازہر میں داخل ہو گئے۔ تعلیم کے ابتدائی مرحلہ کے بعد ثانوی مرحلہ، جس کی مدت چھ سال تھی، آپ نے بہت کم عرصہ میں طے کر لیا۔ آپ جامعہ ازہر کے امتحان العالمیۃ النظامیۃ میں اوّل آئے۔ بعد ازاں جامعہ قاہرہ (سابق جامعہ فواد اوّل) میں داخل ہو گئے۔ یہ خیال رہے کہ آپ نور بصارت سے محروم ہونے کے باوجود یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ جامعہ قاہرہ سے آپ نے امتیاز کے ساتھ ایم اے کیا۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جامعہ قاہرہ میں اسلامی زبانوں (عربی، ترکی اور فارسی) کی تحصیل کی اور ان میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ آپ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ مثنوی مولانا روم کے دفتر اوّل کا منظوم عربی ترجمہ تھا۔ وہ ترجمہ اتنا اچھا تھا کہ آپ کے اساتذہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور ڈاکٹر عبد الوہاب عزام نے یہ خواہش ظاہر کی کہ جناب الصاوی مثنوی

کے باقی ابواب کا ترجمہ بھی کریں تاکہ عرب دنیا فارسی کے اس عظیم خزینے سے واقف ہو سکے۔

عملی زندگی اگرچہ الشیخ الصاوی کو زندگی میں بڑی جدوجہد کرنا پڑی لیکن اس کے باوجود انھوں نے تعلیم اور مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس کے ساتھ ساتھ لیلائے سخن کے گیسو سنوارنے سے بھی غافل نہ رہے وہ ہم عصر شعراء کی مجالس میں اکثر حاضر ہوتے۔ ان کا کلام سنتے اور اپنا کلام انہیں سناتے۔ ان میں الشیخ احمد الزین جنہوں نے مشہور معلقات کو مخمس کیا ہے۔ الشیخ حسن القیانی اور عبد المطلب جنہوں نے ایک طویل قصیدہ علویہ لکھا، اور جو دار العلوم قاہرہ میں عربی زبان کے استاد تھے، سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

علاوہ ازیں جناب الصاوی کلفت ہائے قید و بند بھی اٹھا چکے ہیں۔ انھوں نے اپنے ملک کی جدوجہد آزادی میں حصہ لیا اور طلبہ کی انقلابی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے وہ کئی بار مصر کے مشہور سیاسی رہنما سعد زغلول سے ملے ان دنوں انگریزوں کے خلاف اکثر ہنگامے ہوتے رہتے تھے، جن کی وجہ سے قاہرہ کے بازاروں اور گلیوں میں روشنی بند کر دی جاتی تھی اور گھپ اندھیرا ہو جاتا تھا۔ اس وقت آپ نے فی البدیہہ یہ شعر کہا تھا:

ان غاب سراج عن ماکینا　　فنور رب السما یا قوم کافینا

چراغ کہربائی چھین لے دشمن تو کیا غم ہے　　کہ کافی ہے ہماری قوم کو نور خداوندی

آپ عربی کے مشہور شاعر امیر الشعراء شوقی مرحوم کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران جلاوطن ہونے کے بعد جب شوقی واپس وطن آئے تو جناب الصاوی کو ان کی رفاقت نصیب ہوئی۔ اگرچہ یہ عرصہ کچھ زیادہ طویل نہ رہا مگر پھر بھی شوقی مرحوم سے ان کے اس قدر گہرے مراسم ہو گئے تھے کہ وہ اکثر ان کے گھر جاتے، انہیں اپنا کلام سناتے اور ان کے کلام سے مستفید ہوتے تھے۔

مقالات و اشعار جامعہ ازہر میں تعلیم کے دوران ہی آپ نے شعر گوئی اور مقالات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ آپ کے مقالات "منبر الاسلام"، "لواء الاسلام" اور "مجلۃ الازہر" جیسے دینی رسالوں میں چھپتے رہے ہیں۔

آپ خود بھی ایک ماہوار رسالہ "مکارم الاخلاق" کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ اس رسالے کے تقریباً ہر شمارہ میں آپ کا کوئی نہ کوئی مضمون ضرور ہوتا تھا۔ آپ کے مقالات عموماً دینی وعظ و نصیحت اور تشریح قرآن و حدیث پر مشتمل ہوتے تھے۔

اگرچہ ابتدائی دور میں چند مضامین سیاسی طرز کے بھی لکھے گئے۔ مگر بعد میں قلم گھوم پھر کر دین اور صرف دین کی خدمت کے لئے وقف ہو گیا۔ آپ قرآن و حدیث کے شیدائی ہیں۔ پابندی شریعت میں برابر کوشاں رہتے ہیں۔ فقہی مذاہب میں آپ فقہ شافعی کے پیرو ہیں۔

الشیخ الصاوی صرف مترجم ہی نہیں بلکہ ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ آپ نے زورِ طبع صنف قصیدہ پر صرف کیا ہے۔ عربی زبان میں قصائد کا ذخیرہ اوّلین بھی ہے، بہترین بھی، اور یقیناً تمام اصناف سخن سے زیادہ بھی۔ اس لئے عربی کے ایک اچھے شاعر کا میدان عموماً قصیدہ ہی ہوتا ہے۔ اور اس میدان میں استاد الصاوی بہتوں سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔

آپ کے کلام کا کچھ حصہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے اور کچھ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ مطبوعہ کلام میں سب سے پہلے "الرسالۃ الاولی" کے نام سے ایک حصہ چھپا، اس کے بعد کچھ کلام مجلۃ الامانۃ کے نام سے چھپا ہے۔ جو حصّہ ابھی باقی ہے، توقع کی جاتی ہے کہ وہ بھی جلد طبع ہو جائے گا۔ ویسے وقتاً فوقتاً اخبارات و جرائد میں بھی آپ کے کئی قصائد چھپتے رہتے ہیں۔

نابیناؤں کے لئے فلاحی فنڈ

الشیخ الصاوی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، بچپن میں نابینا ہو گئے تھے، بڑے ہو کر موصوف کی برابر یہ کوشش رہی کہ جہاں تک ان سے ممکن ہو سکے، وہ نابیناؤں کی کچھ خدمت کر سکیں۔ چنانچہ وہ نابیناؤں کی تعلیم کو بہتر سے بہتر بنانے کی برابر تدابیر کرتے رہے۔ آج تمام مصر میں نابیناؤں کی تعلیم و تربیت کے امور آپ ہی کے تحت سرانجام پا رہے ہیں۔ ان نابیناؤں کے لئے کتب کی طباعت جو ہر تعلیمی مضمون سے تعلق رکھتی ہیں، آپ کی زیرِ نگرانی ہوتی ہے۔ یہ خیال رہے کہ نابیناؤں کی کتب کی چھپائی ابھرے ہوئے نقاط کی شکل میں ہوتی ہے، جسے خطِ بریل (BRAILLE) کہتے ہیں۔

آپ نے اپنی زیرِ نگرانی قرآن مجید کو خطِ بریل میں طبع کرایا ہے۔ نیز محرومانِ بصارت کے لئے آپ نے عربی زبان میں دو رسالے "المصباح" اور "دنیا الاطفال" خطِ بریل میں نکالنے کا بندوبست کیا۔ اب سے چند سال قبل قیدیوں اور صدر کے حفاظتی دستے کی تعلیم آپ کی زیرِ ہدایت ہوتی رہی ہے۔ آپ ریڈیو کے لئے دینی و وطنی ترانے بھی لکھتے ہیں۔ موصوف کے یہ ترانے بہت مقبول ہیں۔ آپ نے ریڈیو کے لئے کئی ڈرامے بھی لکھے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو پر آپ کی تقریریں بھی ہوتی ہیں۔

۲

اقبال اور پاکستان سے تعلق

قاہرہ میں مقیم ہندوستانیوں (اس وقت پاکستان نہیں بنا تھا) سے الشیخ الصاوی کے روابط شروع ہی سے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے ان کی زبان سے علامہ اقبال کا کلام موصوف کو سننے کا موقع ملا۔ پھر اقبال کا فارسی کلام پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اسی وقت سے جناب صاوی کو اقبال کے

کلام کا ترجمہ کرنے کا خیال ہوا۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام پہلے شخص ہیں، جنہوں نے عرب دنیا کو اقبال سے واقف کرایا۔ جناب صاوی بھی ان میں سے ایک ہیں جو ڈاکٹر عزام کے توسط سے اقبال سے متعارف ہوئے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی حیات ہی میں جناب صاوی نے اقبال کی نظموں کے ترجمے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اور ان کے یہ ترجمے مقبول بھی ہو رہے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۴ء میں اقبال کی چیدہ چیدہ نظموں کا ترجمہ چھپوا دیا۔

جب پاکستان بنا تو جناب صاوی کے تعلقات قاہرہ میں مقیم پاکستانیوں سے بہت گہرے ہو گئے۔ اب آپ اقبال کا کلام ان سے سننے لگے اور اس دوران متفرق نظموں کا ترجمہ بھی کرتے رہے۔ یہ ترجمہ ایک ضخیم مجموعہ بن چکا ہے آپ کو پاکستان اور پاکستان کے عوام سے بہت محبّت ہے۔ مصر میں ہونے والے ہر پاکستانی جشن میں وہ برابر شریک ہوتے ہیں۔ پاکستان سے متعلق مقالات بھی پڑھتے ہیں اور اس سے عقیدت کا اظہار قصائد کی شکل میں بھی کرتے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے موقع پر آپ نے اپنی شاعرانہ قوت سے خوب کام لیا۔

علاوہ ازیں ہر سال یوم اقبال کے جشن میں شریک ہو کر وہ علامہ اقبال پر ایک نظم پیش کرتے ہیں۔ آپ نے پاکستان اور اقبال کے بارے میں کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب حسن الاعظمی صاحب کی اور دوسری عبدالباری انجم کی اعانت سے لکھی ہے۔ پہلی کتاب کا نام "فلسفہ اقبال والثقافۃ الاسلامیۃ فی باکستانہ" ہے اور دوسری "اقبال وادبہ الاسلامی" ہے۔ دوسری کتاب ابھی مسوّدہ کی شکل میں ہے۔ پاکستان پہنچ کر آپ نے پاکستان، اس کے عوام اور صدر محترم سے محبت کے جذبات کی ترجمانی ایک قصیدے کی شکل میں کی۔ وہ قصیدہ صدر محترم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اس کا عنوان ہے: ہدیۃ قادم (تحفہ نو وارد) اس قصیدے میں تیس سے زیادہ اشعار ہیں۔

کلام اقبال کا عربی ترجمہ

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہر زبان کی اپنی خصوصیات ہیں، اپنی تراکیب واسالیب ہیں۔ بعض کلمات خاص ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ان کو دوسری زبان میں ڈھالنے کے لئے ویسا ماحول بہت مشکل سے میسر آتا ہے۔ پھر اگر نظم کا ترجمہ کرنا ہو تو وہ اور بھی دشوار ہے۔ اور اگر کوئی صاحب نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا چاہیں تو یہ تو ان کے لئے نہایت ہی کٹھن اور دشوار ترین راہ ہے۔ مگر جناب صاوی صاحب ان تمام راہ و رسم منزلہا سے پوری طرح واقف ہیں۔ ان کا کہنا ہے "شعر کے ترجمے کے لئے ان دو امور کا لحاظ ضروری ہے۔ پہلا یہ کہ مترجم اس زبان اور اس کی باریکیوں سے واقف ہو، جس میں وہ شعر ہے۔ دوسرا یہ کہ جس زبان میں وہ شعر کا ترجمہ کر رہا ہے، اس کی نزاکتوں کا شناسا اور اس کے اسالیب کا ماہر ہو۔" جناب صاوی ان دونوں صلاحیتوں کے بدرجہ اتم حاصل ہیں۔ وہ فارسی زبان کو اس کے لوازم کے ساتھ

ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے خود اپنی عربی زبان کو۔ اور چونکہ اردو بولنے والے عوام سے برسوں سے ان کا تعلق ہے اس لئے اس سے بھی واقف ہیں۔

اقبال کے کلام کا عربی ترجمہ سب سے پہلے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے کیا۔ محترمہ امیرۃ نورالدین بھی اقبال کی کئی نظموں کا ترجمہ کر چکی ہیں۔ جناب محمد محمود الزبیری بھی اقبال کے مترجمین کی صف میں داخل ہو چکے ہیں۔ جناب زبیری صاحب نے اقبال کے کلام کے کچھ حصہ کا ترجمہ کیا۔ مگر اس میں انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ ترجمے کے مقدمہ میں انھوں نے لکھا ہے: "بلاشبہ شعر کا نثر میں ترجمہ کرنا بہت مشکل ہے اور شعر کا شعر میں ترجمہ کرنا تو اور بھی مشکل ہے۔ اس مشکل کو میں محسوس کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود میں اقبال کے کلام کے بعض حصوں کا لفظی ترجمہ کر کے اقبال پر ظلم ڈھاتا رہا۔ اس طرح گویا میں ان کے اشعار کی روح ختم کر کے کلام کو بے جان قالب میں ڈھالتا رہا۔" مگر اس سے یہ ضرور ہوا کہ عرب دنیا کے لوگ اقبال کے نام سے واقف ہو گئے۔ اس کے برعکس جناب صاوی علامہ اقبال کے کلام کے ترجمے کے بارے میں بہت محتاط ہیں۔ آپ کے نزدیک: اقبال کے کلام کا عربی ترجمہ کوئی آسان کام نہیں۔ اس کا ترجمہ صرف وہ شخص کر سکتا ہے جو اردو اور فارسی سے کماحقہ واقف ہو۔ عربی کے سمندر کا شناور ہو قرآن کے اسالیب اسلامی تاریخ کی اصطلاحات کا پورا پورا عالم ہو۔ اس لئے کہ اقبال اپنے شعری حسن کو دوبالا کرنے کے لئے اکثر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اقبال کے مترجم کو ذکی الفہم، اصطلاحاتِ صوفیہ کا عارف اور ان الفاظ کے معانی پر پورا عبور ہونا چاہئے جو شاعر کا مقصود اصلی ہیں۔ وہ ان کے مترادف الفاظ کے اختیار میں بھی احتیاط سے کام لے۔

غرض جناب صاوی ان تمام امور کا خیال کرتے ہوئے اور اقبال کے کلام کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے اشعار کو عربی شعری اسلوب میں اس طرح ڈھالتے ہیں کہ جناب صاوی کے اشعار ترجمہ کی سرحد پار کر کے اسی زبان عربی کا ایک حصہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔

یہ واقعہ جناب صاوی کے کامیاب ترجمے کی واضح دلیل ہے کہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام جو صاوی شعلان کے استاد بھی ہیں، جب مثنوی "اسرار و رموز" کا عربی ترجمہ طبع کروا چکے تو اچانک ان کی نظر صاوی کے ترجمۂ اقبال پر پڑی تو وہ بے اختیار کہنے لگے: "خدا کی قسم اگر میں یہ ترجمہ چھپوا نہ چکا ہوتا تو اس کی نظر ثانی الصاوی شعلان سے کراتا"۔

اس وقت اقبال کی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" کا ترجمہ تقریباً مکمل ہے۔ اس کے علاوہ بانگ درا، ضرب کلیم، جاوید نامہ اور دیگر کتب اقبال سے طویل اور مشہور نظموں کا ترجمہ الشیخ صاوی کر چکے ہیں۔ آپ کی تمنا ہے کہ وہ عربی میں ایک تمثیلچہ نظم کریں جس کا نام "ایوانِ اقبال" ہو۔ یہ عربی میں ایک صنف سخن ہے جس میں کسی شخص کے کارہائے نمایاں

نظم کئے جاتے ہیں) ہو۔ اس میں اقبال کی پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام حالات یعنی تعلیم، افکار و آراء اور سیاسی سرگرمیوں کا ذکر ہو۔

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا جا چکا ہے، جناب صاوی نے مولانا جلال الدّین رومی پیر و مرشد اقبال کی مثنوی کے ترجمے سے اپنی اس ادبی خدمت کا آغاز کیا ہے۔ اس وقت آپ نے مثنوی کے صرف پہلے دفتر کا ترجمہ کیا تھا۔ مگر اب آپ اس کے تیسرے دفتر کا ترجمہ بھی مکمل کر چکے ہیں۔

الشیخ الصاوی کئی یورپین زبانوں سے واقف ہیں۔ آپ نے بعض جرمن اور فرانسیسی شعراء کے کلام کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ موصوف نے حافظ شیرازی کی چند غزلوں کا بھی ترجمہ کیا مگر آپ کو حافظ شیرازی پسند نہ آیا، اس لئے اسے ترک کر دیا۔ البتہ شیخ سعدی کی بوستان نے آپ کا دل موہ لیا۔ چنانچہ اس کی کئی حکایات کا وہ ترجمہ کر چکے ہیں۔ آپ کی خواہش ہے کہ ان تمام مسلم شعراء کو جنہوں نے ملّتِ اسلامیہ کے لئے کچھ لکھا ہے، عرب دنیا سے متعارف کرایا جائے تاکہ عربوں کو معلوم ہو کہ دوسرے ملکوں کے مسلمان اسلام اور عربوں کے کس قدر شیدائی ہیں۔ اسی مقصد کے تحت آپ اردو کے بعض شعراء کے کلام کا ترجمہ کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ اس سے وہ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ اس خطۂ پاک و ہند نے صرف اقبال ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی شعراء کو پیدا کیا ہے جو ملّت اسلامیہ کے روشن ستارے ہیں۔ چنانچہ فی الحال وہ صاحب مسدس خواجہ الطاف حسین حالؔی اور مولانا ظفر علی خان کے کلام سے عربی دنیا کو واقف کرائیں گے۔

الشیخ الصاوی کو "بنک مصر" کی ادبی کمیٹی کی طرف سے ۱۹۳۶ء میں نظم کا پہلا انعام دیا گیا۔ حکومت مصر کی طرف سے چوتھے درجے کا ادبی تحفہ بھی ۱۹۴۵ء میں آپ کو عطا ہو چکا ہے۔

جناب الشیخ الصاوی شعلان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ لڑکوں میں سے ایک انجنیئرنگ پاس کر چکا ہے اور باقی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

الشیخ الصاوی وزارت تعلیم پاکستان کے وظیفے پر تشریف لائے ہیں۔ پاکستان میں وہ تقریباً ایک سال رہیں گے، ان کا قیام ادارۂ تحقیقات اسلامی میں ہے اور ترجمے کے کام میں ادارہ ہی کے ایک رُکن ان کے معاون ہیں۔